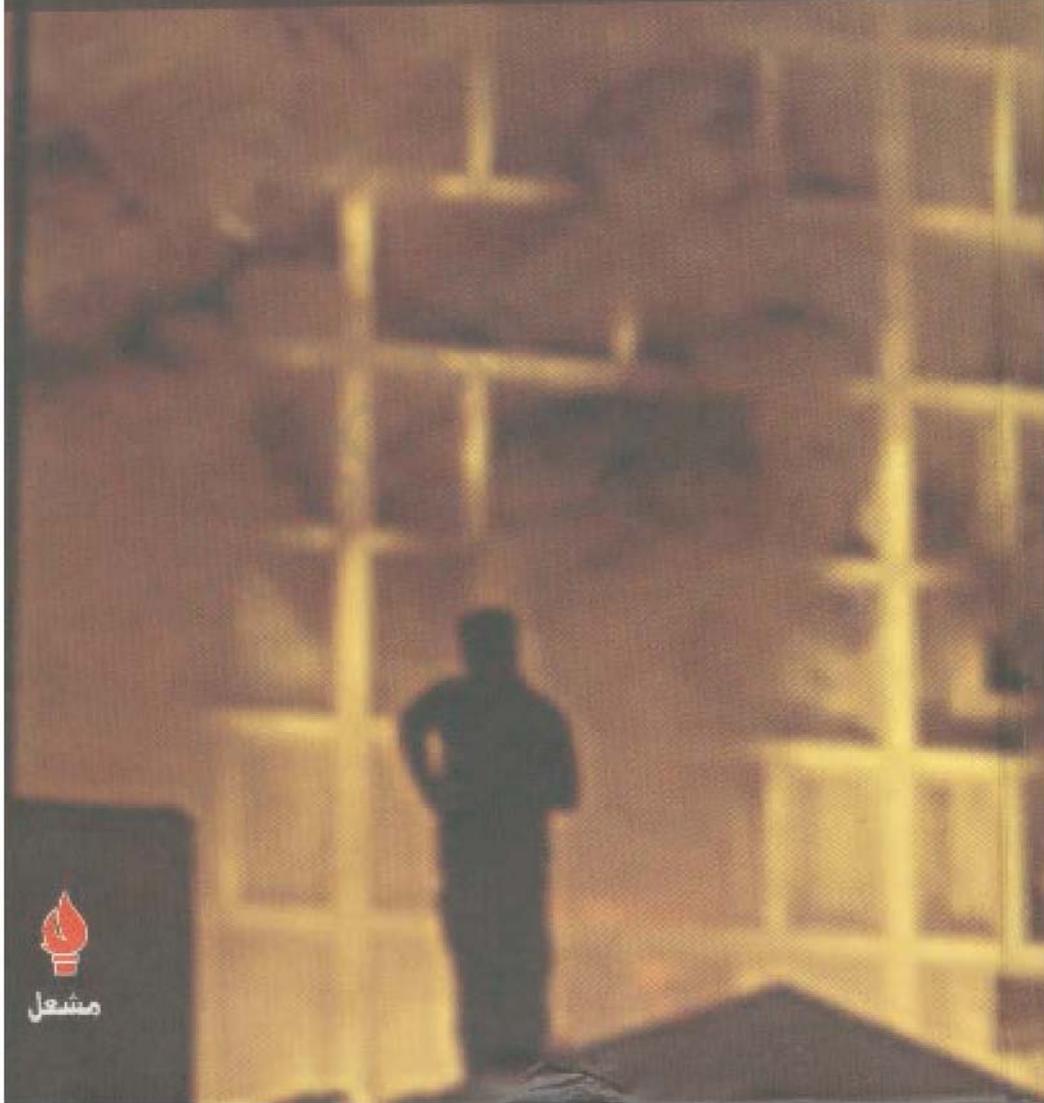


جنوبی ایشیائی بحران

رجحانات اور متوقع نتائج

تالیف: مائیکل کریپان اور نیٹ کوہن

ترجمہ: محمد صفدر عمر



مشعل

جنوبی ایشیائی بحران رجحانات اور متوقع نتائج

تالیف: مائیکل کریپیان، نیٹ کوہن
ترجمہ: محمد صفدر سحر

مشعل

آر۔ بی۔ ۵، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور۔ 54600 پاکستان

جنوبی ایشیائی بحران رجحانات اور متوقع نتائج

تالیف: مائیکل کریپیان، نیٹ کوہن
ترجمہ: محمد صفدر سحر

کاپی رائٹ اردو © مشعل بکس 2013
کاپی رائٹ انگریزی © 2011 دی ہنری ایل۔ سٹمن سنٹر

ناشر: مشعل بکس
آر۔ بی۔ ۵، سینڈ فلور
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن
لاہور 54600، پاکستان

فون و فیکس 042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

<http://www.mashalbooks.org>

فہرست مضامین

- پیش لفظ..... 5
- جنوبی ایشیائی بحران: رجحانات اور متوقع نتائج..... 7
- مائیکل کریپان
ضمیمہ نمبر 1
- جنوبی ایشیائی بحرانوں کی ساخت: براس نیک سے ممبئی تک..... 49
- سیموئیل بلیک
ضمیمہ نمبر 2
- 93 پاک بھارت سفارت کاری کی راہ میں حائل ہلاکت خیز حملے اور دیگر عناصر
ٹیتھن کوہن
ضمیمہ نمبر 3
- 105..... بھارت میں ہونے والے بڑے ہلاکت خیز حملے (1-2002).....
ٹیتھن کوہن اور ولیم شمر
ضمیمہ نمبر 4
- 117..... پاکستان میں ہونے والے بڑے ہلاکت خیز حملے.....
ٹیتھن کوہن
ضمیمہ نمبر 5
- 145..... جنوبی ایشیائی بحرانوں میں چین کا کردار.....
ولیم شمر
ضمیمہ نمبر 6

10 ملک جو 2007 کے بعد وسیع پیمانے پر ہونے والے دہشت گرد

155..... حملوں میں سب سے زیادہ متاثر ہوئے
یتھن کوہن

157..... شریک مصنفین

159..... حواشی

پیش لفظ

جوہری ہتھیاروں کی صلاحیت حاصل کیے بیس سال گزر گئے مگر پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات ابھی تک کشیدہ ہی ہیں۔ بلکہ جوہری ہتھیاروں کی دریافت نے بحران انگیز رویوں کو مزید انگیزت کیا ہے۔ خاص طور پر پاکستان کے فوجی اور خفیہ اداروں کا بھارت کی طرف رویہ اس امر کی واضح عکاسی کرتا ہے۔ اس کے برعکس یہ امر بھی ایک حقیقت کے طور پر موجود ہے کہ جوہری ہتھیاروں کی موجودگی، بحرانوں کو روکنے کا بھی سبب بنی ہے۔ کیونکہ جوہری صلاحیت کے حصول کے بعد دونوں ملکوں کے مابین نہ تو ابھی تک کوئی فل سکیل روایتی جنگ ہوئی ہے اور نہ ہی کبھی جوہری حد پار کی گئی ہے۔ بیس سال سے سٹمسن سینٹر پاکستان اور بھارت کے درمیان تنازعات کے حوالے سے امکانات کا جائزہ لے رہا ہے اور دونوں ممالک میں قومی سلامتی کے مفکرین اور فعال حکومتی اہل کاروں کے ساتھ رابطے میں ہے تاکہ اعتماد سازی اور ایٹمی خطرے میں کمی کے اقدامات کے ذریعے دونوں ملکوں کے مابین موجود تنازعات کو کم کر سکے۔

یہ نئی رپورٹ سٹمسن سنٹر کی مطبوعات کے اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ اس میں 87-86 کے براس ٹیک بحران، 1990 کے بحران، 1999 میں کارگل کی چوٹیوں پر ہونے والی محدود جنگ، 2001-02 کے جڑواں چوٹیوں (کیونکہ اس بحران کے دوران پاک بھارت تنازعہ دو بار عروج کی چوٹیوں پر پہنچا اس لیے اس بحران کو جڑواں چوٹیوں کا بحران کہا جاتا ہے: مترجم) کے بحران اور 2008 کے ممبئی حملوں کے بعد پیدا ہونے والے بحران کے حوالے سے جنوبی ایشیا میں ہونے والی سفارت کاری اور بحرانوں کے دیگر حوالوں سے بعض نئے گوشوں کی

رونمائی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مائیکل کریپان سٹمن سنٹر کے شریک بانی اور سنٹر کے جنوبی ایشیائی پروگرام کے ڈائریکٹر ہیں، انہوں نے اس کتاب میں بحرانوں کے ان سلسلوں کے رجحانات اور نتائج کو درج ذیل عنوانات کے تحت بحث کا موضوع بنایا ہے۔

○ ان بحرانوں کے دو اہم فریقوں کو ان بحرانوں سے کیا ملا؟

○ کیا بحرائی ادوار کے دوران جو سبق دونوں ملکوں کو حاصل ہوا، وہ ان کے مستقبل کے

رویوں پر اثر انداز ہوا؟

○ امریکی پالیسی ساز پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں سے مختلف نوعیت کے تعلقات

ہونے کے باوجود خطے میں استحکام کے لیے اپنا حصہ کیسے ڈال سکتے ہیں؟

ہمیں امید ہے کہ قارئین مائیکل کریپان کے تجزیوں، تخمینوں اور ضمیمہ جات میں دیے گئے

اضافی مواد کو مفید پائیں گے۔ ہم اس اہم تصنیف کی اشاعت میں جان ڈی اور کیتھرائن ٹی

میکارٹھر فاؤنڈیشن اور نیشنل نیوکلیر سکیورٹی ایڈمنسٹریشن کے گراں قدر تعاون کے حوالے سے

ان کے شکر گزار ہیں۔

Ellen Laipson

صدر و چیف ایگزیکٹو آفیسر

دی سٹمن سنٹر

جنوبی ایشیائی بحران رجحانات اور متوقع نتائج

مائیکل کریپان⁽¹⁾

ریمنڈ ایرن نے بجا کہا تھا کہ اب ایٹمی صلاحیت کے حامل ملکوں کے مابین جنگوں کی جگہ بحرانوں نے لے لی ہے۔ جنوبی ایشیا کے حوالے سے تو یہ اصول کا ملا لاگو ہوتا نظر آتا ہے جہاں پاکستان اور بھارت دو بحرانوں کا تجربہ اپنے خفیہ ایٹمی پروگراموں کے دوران کر چکے ہیں جبکہ تین بحران زیر زمین ایٹمی تجربات کے بعد رونما ہوئے۔⁽²⁾ ان میں سے ایک بحران تو جنگ تک بھی پہنچ گیا اگرچہ یہ جنگ شدت، دورانیے اور جغرافیائی وسعت کے لحاظ سے محدود رہی تھی۔

بحرانوں کے اس سلسلے کا آخری بڑا بحران نومبر 2008ء کے ممبئی حملے سے شروع ہوا، جس میں بڑے پیمانے پر انسانی جانوں کا زیاں ہوا..... ان حملوں میں حملہ آوروں نے دو پرتعیش ہوٹلوں اور سنٹرل ٹرین ٹرمینلز کو نشانہ بنایا۔ ممبئی پر حملہ کرنے والے، ان کو مسلح کرنے والے اور ان سے کام لینے والے (Handlers) ہاتھوں کا تعلق پاکستان سے تھا۔ حملہ آوروں کا تعلق انتہا پسند تنظیم لشکر طیبہ سے تھا جس کے پاکستان کے فوجی اور انٹیلی جنس حلقوں سے روابط ہیں۔ ممبئی حملوں کے رد عمل میں بھارتی حکومت نے فوری طور پر لشکر طیبہ یا پاکستان کی حدود میں حملے نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ قبل ازیں 2001 میں بھی ایسی ہی صورت حال اس وقت پیدا ہوئی تھی جب بھارت کی پارلیمنٹ اور اس کے اندر موجود لوگوں پر حملے کے بعد دلی میں موجود اتحادی حکومت نے اقدام نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ جن لوگوں نے بھارتی پارلیمنٹ پر

حملہ کیا تھا ان کے بارے میں وسیع پیمانے پر یہ تاثر موجود ہے کہ ان کا تعلق ایک اور انتہا پسند گروپ جیش محمد سے تھا اور اس گروپ کے بھی پاکستان کے فوجی حلقوں سے گہرے روابط موجود ہیں۔

پاکستانی شہریوں کی جانب سے بھارتی اہداف پر لگاتار ہونے والے حملوں نے یہ سوال پیدا کر دیا ہے کہ کب تک نئی دہلی ان کے حوالے سے تحمل سے کام لے گا اور اگر مستقبل میں بھی پاکستانی شہریوں کی جانب سے اس طرح کے وسیع پیمانے پر ہلاکت خیز حملے (mass-casualty attack) ہوتے ہیں تو اس صورت میں کیا ہوگا۔ اس مضمون میں یہ تخمینہ لگانے کی کوشش کی گئی ہے کہ 7-1986 کے براس ٹیک کرائس سے 2008 کے ممبئی بحران تک ہونے والے بحرانوں کا ارتقا کیسے ہوا؟ کیا تبدیلیاں آئیں؟ کرائس منجمنٹ کے حوالے سے ان بحرانوں کے مضمرات کیا ہیں؟ اور ان بحرانوں کے باعث بڑے پیمانے پر ہونے والی جنگی فوجی سرگرمی کو کیسے قابو میں رکھا جاسکتا ہے؟

استحکام۔ عدم استحکام دعویٰ (پیراڈاکس)

شدید بحرانی کیفیات میں ایٹمی ہتھیاروں کے حامل ملکوں کو کچھ ڈھارس بندھی رہتی ہے۔ ایسے ملک جنہیں اپنی سکیورٹی کے حوالے سے خدشات درپیش ہوں، جیسا کہ پاکستان اور بھارت..... ایٹمی صلاحیت ان کے خدشات کو مدہم رکھتی ہے۔ ماہرین سیاسیات ایسی صورت حال یا اس مظہر کو استحکام، عدم استحکام پیراڈاکس⁽³⁾ (متضاد دعویٰ) کا نام دیتے ہیں۔ عمومی اصطلاح میں اس مظہر سے مراد اس امر کو یقینی بنانا ہے کہ فیصلہ سازی کے دوران فیصلہ ساز متنبہ رہیں اور ان حدود کا خیال رکھیں جو ایٹمی جنگ چھڑنے کا باعث بن سکتی ہیں۔ احساس تحفظ کے ساتھ ایٹمی صلاحیت کی حامل ریاست اگر مخالف ملک سے شدید زور و رنج ہو تو وہ خطرہ مول لینے کا رویہ بھی یہ سوچ کر اختیار کر سکتی ہے کہ اس کا ایٹم بم اس کے لیے فوجی برتری کے حوالے سے انٹرنیشنل پالیسی کے طور پر کام کرے گا۔⁽⁴⁾

افغانستان سے روسی افواج کی واپسی اور ایٹمی صلاحیت کے حصول کے بعد پاکستانی افواج اور انٹیلی جنس ایجنسیوں نے ثابت کیا کہ بھارت کو کمزور اور کشمیر پر اس کے پکڑ کو کمزور کرنے کے لیے وہ رسک لینے کو تیار ہیں۔ جب تک افغانستان کے ساتھ موجود پاکستانی بارڈر حد

سے بڑھی تشویش کی آماجگاہ نہیں بنا تھا، استحکام، عدم استحکام پیراڈاکس کا محوری نقطہ دونوں طرف کے کشمیر کی سرحد تھا..... جسے اسلام آباد کی لغت میں جوہری فلیش پوائنٹ کہا جاتا ہے..... اور جہاں موجود پاکستان کی سکیورٹی انتظامیہ ڈیٹریس عدم استحکام کو مطلوب سیاسی نتائج کے حصول کے لیے وجہ برتری کے طور پر استعمال کرتی تھی۔⁽⁵⁾

V.R.Raghavan کہتے ہیں:

”پاکستان کو یہ یقین ہے کہ ایٹمی اسلحے نے بھارت کو شدید رد عمل سے روک رکھا ہے..... اسی بنیاد پر وہ جموں و کشمیر میں تنازع کو عروج کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ دوسری طرف بھارت کو یہ یقین ہے کہ پاکستان کی جوہری صلاحیت کے باوجود اس سے محدود جنگ لڑی اور جیتی بھی جاسکتی ہے..... اس امتزاج کو کم سے کم سنجیدہ سطح پر بھی دیکھا جائے تو امکانی طور پر یہ خطرناک صورت حال ہے۔“⁽⁶⁾

Ashley Tellis اس صورت حال کو ”بدنما استحکام“ کا نام دیتا ہے..... ایسی صورت حال جو کسی بھی وقت جوہری بحران پیدا کر سکتی ہے۔⁽⁷⁾

پہلا بحران برصغیر میں ایٹمی ہتھیاروں کی متوقع آمد کے مسئلے سے نمٹنے کے حوالے سے شروع ہوا۔ آغاز ان مہم جو اور کئی مرحلوں پر مشتمل بھارتی فوجی مشقوں سے ہوا جسے براس ٹیک آپریشن (8-1986) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے⁽⁸⁾۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بھارتی چیف آف آرمی سٹاف کے سنڈر جی پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری سے قبل ملک کو فیصلہ کن شکست دینے کا منصوبہ رکھتا تھا⁽⁹⁾۔ سنڈر جی کے جو بھی مذموم عزائم تھے مگر آپریشن براس ٹیک کا نتیجہ جنگ کی صورت میں نہ نکلا۔ اس بحران نے پاکستان ملٹری کے قائدین کے فعال جوہری صلاحیت کے حصول کے عزم کو اور مضبوط کر دیا اور یوں کچھ ہی عرصہ بعد پاکستان نے یہ صلاحیت حاصل بھی کر لی۔ بھارت نے بھی پاکستان کی پیروی کی۔

اگلے چار بحرانوں کے فعال عالمین کا تعلق پاکستان سے تھا، جسکی نیشنل سکیورٹی اسٹریٹجی سٹیٹس کو سے سب سے زیادہ غیر مطمئن اور برصغیر میں موجود رجحانات سے غصے میں تھی۔ 1990 میں بھارتی ریاست جموں و کشمیر سلگتے ہوئے مسئلے کا روپ اختیار کر گئی جس کی وجہ ریاست میں موجود بھارتی اتھارٹیز کی بدعنوانیاں اور پاکستان کی جانب سے مسلح، تربیت یافتہ اور مالی امداد دیے گئے عسکریت پسند بنے۔ پاکستان کے مہم جو مزاج چیف آف آرمی سٹاف

جنرل مرزا اسلم بیگ کی طرف سے بڑے پیمانے پر فوجی مشقوں کے اعلان کے جواب میں بھارت نے بھی ایسی ہی مشقیں شروع کر دیں جس کی وجہ سے پہلے سے ہی بدتر صورت حال بدترین ہو گئی⁽¹⁰⁾۔ بحرانوں کا سلسلہ جاری رہا۔ 1999 میں پاکستان کی ناردرن لائن انفینٹری نے کارگل سے اوپر موجود چوٹیوں پر قبضہ کر لیا..... محدود پیمانے پر ایک جنگ میں پاکستانی فوج پسپا ہوئی اور سٹیٹس کو کی صورت حال پھر بحال ہو گئی⁽¹¹⁾۔ بعد ازاں 2001-02 میں پاکستان اور بھارت جڑواں چوٹیوں کرائس (Twin peak Crisis) کے دوران اپنی 10 لاکھ افواج کو حرکت میں لے آئے۔ یہ بحران بھارتی پارلیمنٹ پر کیے گئے ان حملوں سے شروع ہوا جس میں حملہ آوروں کا تعلق پاکستان سے تھا، غالباً جمیش محمد سے.....⁽¹²⁾ اگلا بحران 2008ء کے ان ممبئی حملوں سے شروع ہوا جس میں لشکر طیبہ کے عسکریت پسندوں نے ممبئی کے روایتی اہداف کو نشانہ بنایا، یہ حملہ آور بھی پاکستان میں ٹرین کئے گئے تھے اور انہیں اسلحہ اور رقم بھی وہیں سے ملی تھی⁽¹³⁾۔

جنوبی ایشیا ہمیشہ بحرانوں کی آماجگاہ رہا ہے کیونکہ یہاں کام بگاڑنے والے (spoilers)، خاص طور پر پاکستان میں، کافی زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ جب دونوں ملکوں کے قومی لیڈر بہتر تعلقات کی تعمیر کے لیے ایک دوسرے کے قریب آنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی وقت کوئی ہائی پروفائل یا بڑا ہلاکت خیز حملہ ہو جاتا ہے (دیکھیے ضمیمہ نمبر 2)۔ جوہری صلاحیتوں کے حامل چین اور بھارت کے مابین بھی تنازعہ سرحد موجود ہے جس پر 1962 میں دونوں ملکوں کے درمیان ایک سرحدی جھڑپ بھی ہو چکی ہے⁽¹⁴⁾۔ مگر 1962 کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان کوئی بڑے پیمانے کا بحران پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی بجائے ایشیا کے ان دو بڑے ملکوں نے تنازعات سے بچنے کی کوشش کی اور اپنی معیشتوں کو پھیلایا..... اور باہمی تجارت کے حجم کو بھی بڑھایا۔ ایس پال کپور پاکستان کے ”تبدیلی کے متنی“ رویے کو وہ اہم عامل قرار دیتا ہے جو پاکستان کو بحران پیدا کرنے والا رویہ اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے⁽¹⁵⁾۔ بھارت چین کے آپسی تعلقات میں مقابلے بازی اور عناد کی کم تر سطح وہ وجہ ہے، جو بحران پیدا کرنے یا خطرہ مول لینے والے رویے کا باعث نہیں بنی..... وہ رویہ جو استحکام عدم استحکام پیراڈاکس کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

اس کے مقابلے میں پاکستان اور بھارت کا معاملہ یہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ آگ سے کھلتے رہے

ہیں۔ 1990 اور کارگل بحرانوں کی مرکزی وجہ منقسم کشمیر کا علاقہ تھا جس کے بارے میں دونوں ملکوں کے لیڈروں نے..... سٹیفن فلپ کوہن کے نزدیک ”یہ رویہ اپنا لیا کہ وہ اسے اپنی شناخت کا مسئلہ بنا بیٹھے اور دونوں نے ہی کشمیر کو اپنا ٹوٹ انگ قرار دے دیا، جسکی وجہ سے زیادہ اور شدید نوعیت کے خطرات پیدا ہوئے“.....⁽¹⁶⁾ کشمیر ہمہ مذہبی اور کثیرالنسلی بھارت کی سیکولر شبیہ کے لیے ناگزیر ہو گیا تو پاکستان کے قیام کا مقصد اس سے جڑ گیا جس کے مطابق ملک کو برصغیر کے مسلمانوں کے لیے محفوظ پناہ گاہ بنا تھا۔⁽¹⁷⁾

جوہری صلاحیت اور کشمیر میں موجود پاکستان کے حامیوں کی موجودگی نے راولپنڈی میں اس امید کو جنم دیا کہ نئی دلی کشمیر میں سٹیٹس کو تبدیل کرنے پر تیار ہو جائے گا یعنی سری نگر کے ارد گرد موجود مسلم اکثریتی علاقوں کو پاکستان سے الحاق کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ اور اگر بھارت ایسا نہ کرے گا تو کشمیر میں موجود پاکستان کے حمایتی وہاں تعینات بھارتی افواج کی بڑی تعداد کو زچ کر کے اپنے پرانے بدلے چکا سکیں گے، خاص طور پر 1971 میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے نقصان کی تلافی ہو سکے گی۔ اس پالیسی کے معماروں نے اس حقیقت سے صرف نظر کر لیا کہ گھر میں تیار کیے گئے حمایتیوں کے ذریعے بھارت کو سزا دینے سے خود پاکستان کا اپنا اندرونی استحکام کتنا مجروح ہو سکتا ہے۔

ڈیٹنس کے حامی اور مخالف جنوبی ایشیائی بحرانوں پر کافی عرصے سے بحث کر رہے ہیں اور جائزہ لے رہے ہیں کہ کیا یہ بحران بڑے پیمانے کی کسی فوجی سرگرمی کی وجہ بنیں گے یا نہیں⁽¹⁸⁾۔ ڈیٹنس حامی مفکرین کا اصرار اس نکتے پر ہے کہ متعدد بحرانوں کے باوجود پاکستان اور بھارت دونوں نے جوہری حد کبھی عبور نہیں کی ہے۔ ایسے ہی ایک ڈیٹنس حامی مفکر سمیت (Summi) گنگولی نے 1995 میں شائع ہونے والے اپنے کالم میں لکھا:

”جوہری ہتھیاروں کی موجودگی نے خطے میں موجود ریاستوں کے براہ راست تصادم کے امکان کو کم کیا ہے“⁽¹⁹⁾

اسی طرح کارگل بحران سے ایک سال قبل شائع ہونے والی اپنی کتاب میں Devin T. Hagerty نے کہا:

”بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے موجود نظریات میں اس سے محکم نظریہ کوئی نہیں کہ ایٹمی صلاحیتوں کے حامل ملکوں میں جنگیں نہیں ہوتیں“⁽²⁰⁾

کارگل بحران کے بعد مذکورہ بالا مصنف نے اپنے نقطہ نظر میں یہ تبدیلی کی کہ محدود جنگ کا امکان بہر حال موجود رہے گا۔ Hagerty تسلیم کرتا ہے کہ:

”جوہری ہتھیاروں کی موجودگی اہم ترین عوامل میں سے ایک تھی جس نے اسلام آباد کو چھوٹے پیمانے کا جھگڑا مول لینے پر اکسایا مگر یہ جوہری ڈیٹریس وہ واحد وجہ بھی بنا جس نے تنازع کو آگے نہیں بڑھنے دیا۔“⁽²¹⁾

ڈیٹریس نظریے کے مخالفین کا فوکس شدید بحرانوں میں بڑی فوجی مہم جوئی رہا ہے۔ مثال کے طور پر کارگل بحران کے معاملے کے حوالے سے کانتی باجپائی کا نکتہ نظر یہ ہے:

”بھارت مکمل طور پر فتح تک جنگ لڑنے کو تیار تھا چاہے اس کے لیے فل سکیل جنگ کی نوبت کیوں نہ آجائی..... اور وہ اس پر بھی تیار تھا کہ پاکستانی فضائیہ کی صلاحیتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی فضائیہ کو حرکت میں لے آتا“

باجپائی کا تخمینہ یہ ہے:

”نتیجے کے طور پر یہ کہنا کافی مشکل لگتا ہے کہ کارگل بحران کے ٹل جانے کی وجہ بڑے خطرات تھے“⁽²²⁾

جب تک پاکستان اور بھارت کے مابین تعلقات نارمل نہیں ہوتے ڈیٹریس کے نظریے کے مخالف اس طرح کے مضبوط دلائل سامنے لاتے رہیں گے۔ جیسا کہ Neil Jeock نے ایک جگہ لکھا ہے:

”دو متحارب طاقتوں کے پاس جوہری صلاحیت کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ ان میں جنگ نہ ہوگی بلکہ ان ایٹمی بموں کی موجودگی بڑے حادثوں کے امکان کو بڑھاتی ہے۔“⁽²³⁾

ڈیٹریس نظریے کے حامی اپنی رجائیت کی بنیاد منطقی رویوں اور مربوط حکومتوں پر رکھتے ہیں۔ پاکستان کے اندرونی معاملات پر نظر دوڑائیں تو اس حوالے سے کئی سوالیہ نشان موجود اور محکم ہیں۔

بڑے ہلاکت خیز حملوں کا محل وقوع

استحکام، عدم استحکام پیراڈاکس کا مرکزی نقطہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہا ہے۔ ٹوئن پیک

کرانس اور 2008ء کا بحران 1990 کے بحران اور کارگل کرانس سے مختلف تھے کیونکہ ان بحرانوں میں ابتدائی حادثوں کا مرکز جموں و کشمیر کی ریاست نہیں تھی۔ بلکہ ان بحرانوں کا آغاز ممبئی اور دلی میں ہونے والے ہائی پروفائل ہلاکت خیز حملے تھے..... دلی اور ممبئی جو نمائندگی کرتے ہیں بھارت کے سیاسی استحکام کی، ان کی معاشی ترقی کی اور دنیا سے ان کے تعلق کی..... حقیقت یہ ہے کہ ان حملوں کا ارتکاب کرنے والے وہ کچھ کرگزر نے میں کامیاب رہے تھے جو پاکستان خواہش کے باوجود آج تک نہیں کر سکا ہے..... اور بھارت پر ہونے والے ہر ہلاکت خیز حملے سے پاکستان یہ سب حاصل کرنے سے دور ہوتا جائے گا۔

بھارت کے بڑے شہروں میں ہائی پروفائل اہداف پر کراس بارڈر حملے ایک نیا رواج ہے جو چل پڑا ہے۔ آخری حملے جو اس حوالے سے ہوئے..... اور فوجی بحران کی وجہ بنے..... وہ تھے بھارتی ریاست جموں و کشمیر میں ہونے والے حملے۔ اس کو ہوئے بھی ایک عشرہ گزر گیا ہے، اکتوبر 2001 میں ہونے والے حملے کا ہدف ریاستی اسمبلی تھی، مارچ 2002 میں جموں میں رگھوناتھ کا مندر اور مئی 2002 میں بھارتی فوجیوں کی رہائشی کالونی جس میں بھارتی فوجیوں کے خاندان آباد تھے، حملوں کا نشانہ بنی۔ اس کے بعد بڑے پیمانے پر ہلاکت خیز حملوں کا یہ سلسلہ نئی دلی، ممبئی، ایودھیہ، جون پور، وارانسی، حیدرآباد، جئے پور، احمد آباد، پونے اور دیگر جگہوں پر بھی پھیلتا چلا گیا۔ ان تمام کے تمام حملوں کے پیچھے کارفرما عناصر پاکستانی نہیں تھے کیونکہ بھارت میں اور بھی کئی گروہ ہیں جو بھارتی حکومتوں سے زخم خوردہ ہیں مثال کے طور پر کسالی اور بھارتی مسلمان..... تاہم ان حملوں میں کئی ایسے حملے ہیں جن کی کھوج میں نکلا جائے تو سرے پاکستانی بنیادیں رکھنے والی دہشت گردی سے جاملتے ہیں۔

جموں و کشمیر میں ہلاکت خیز حملوں کی واپسی کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم اگر 2002 کے بعد بھارت میں کیے گئے ہلاکت خیز حملوں کا ریکارڈ دیکھیں تو ان کا رخ ملک کے جنوبی علاقوں میں موجود شہروں کی طرف ہے (بھارت میں ہونے والے ہلاکت خیز حملوں کی فہرست کے لیے دیکھیے ضمیمہ نمبر 3)۔ اس رجحان کی ایک سے زیادہ توضیحات ہو سکتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ وہ عسکریت پسند گروہ جن کے پاکستان کی فوجی حلقوں سے وابستگی ہے اور جو بھارت میں ہلاکت خیز حملوں کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ بھارتی ریاست جموں و کشمیر میں موجود مسلم اکثریتی علاقوں کو جو نئی دلی کے قبضے میں

ہیں انہیں منتشر نہ کیا جائے۔ دوسری ممکنہ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حملہ کرنے والے اب اس حقیقت کو پہچان رہے ہیں کہ جموں و کشمیر کے ہلاکت خیز حملہ اب چونکانے اور بھارت کو صدمہ پہنچانے والی اہمیت کے حامل نہیں رہ گئے۔ تیسرا امکان یہ ہو سکتا ہے کہ 2001 کے بعد پاکستان کی فوجی طاقت کا فوکس افغان بارڈر ہو چکا ہے۔ منقسم کشمیر کی لائن آف کنٹرول سلگانے سے پاکستان دو محاذ کھول بیٹھا تو اسے سکیورٹی کے حوالے شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں اور یہ وہ چیز ہے جس سے بچنے کے لیے راولپنڈی نے ہمیشہ کوشش کی ہے۔

بظاہر معقول تردید

بھارتی سر زمین پر جتنے بھی ہلاکت خیز حملے ہوئے، پاکستان کے سیاسی اور فوجی لیڈروں نے شروع میں ان کی ذمہ داری لینے یا حملوں سے متعلق پیٹنگی آگاہی سے انکار کیا ہے۔ اگرچہ 1990 کے بحران کے حوالے سے پاکستان کی تردیدوں پر کئی سوالیہ نشانات موجود ہیں۔ بلاشبہ ریاست جموں و کشمیر میں بھارت کا برا طرز حکمرانی بھی ایک بڑی وجہ تھا جس نے اسے عوامی ہمدردی سے محروم کیا۔ تاہم یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ بھارت کا جموں و کشمیر پر برے طرز حکومت کا سلسلہ تو کئی دہائیوں سے جاری ہے، خاص طور پر 2002 سے قبل ہونے والے ریاستی اسمبلی کے انتخابات کے مواقع پر..... 1990 کے ہنگاموں کی شدت کو دیکھیں تو نہ صرف اندرونی عدم اطمینان اس کی وجہ نظر آتے ہیں بلکہ بیرونی ہاتھ بھی صاف سرگرم دکھائی دیتا ہے۔ اس بیرونی حمایت کو باسانی زمانی ترتیب میں رکھ کر دیکھا جاسکتا ہے (24) اور یہ بیرونی ہاتھ 1990 کی دہائی کے ابتدائی حصے میں تو کھل کر خود کو ظاہر کرتا ہے جب غیر مطمئن کشمیری، بھارتی سکیورٹی فورسز کے مقابلے میں کمزور حریف کے طور پر آمنے سامنے تھے۔ کارگل بحران کے دوران ناملوٹ ہونے کے دعوے تو کالما ناقص تھے کیونکہ لائن آف کنٹرول پر موجود فوجی آسانی سے آزاد فاعلین اور مجاہدین سے ممتاز نظر آرہے تھے جبکہ شروع میں پاکستان کا کہنا یہ تھا کہ یہ ہمارے فوجی نہیں بلکہ مجاہدین ہیں جو کارگل کے محاذ پر لڑ رہے ہیں۔

نئی دہلی اور ممبئی حملوں کے حوالے سے بھی پاکستانی حکام نے پیش آگاہی یا ملی بھگت کی شدت سے مخالفت کی جس کے نتیجے میں 2001-02 جزواں چوٹیوں کا بحران اور 2008 کا بحران پیدا